رجسٹرڈ نمبر اے ۲۰۳۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اک شیوۂ ایمان محبت ہے وطن کی
ہر قوم میں ہے جذبۂ ایثار اسی سے
گھر بار فدا جس پہ وہ عزت ہے وطن کی
بے فیض ہے جسکو نہیں الفت ہے وطن کی
(دستی کاکوروی)

کاکوری اخبار

پانزدہ روزہ

سالانہ چندہ ۴ | [illegible] ۲

جلد ۹ | کاکوری، جمعہ ۱۶ اپریل سنہ ۱۹۴۳ء مطابق ۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۲ھ | نمبر ۲۴

ادبیات

غزل خانصاحب مولوی ضیاء الحسن صاحب علوی ضیا کاکوروی، ایم۔اے، بی، ای، ایس۔

وہ کریں رشک اپنے ثانی سے! کون الجھا ہی اپنے پانی سے
دل ناداں! جو بوالہوس تو ہوا حوصلہ بڑھ گیا جوانی سے
عشق کی آفتیں وہ کیا جانیں جنکو مطلب ہے شادمانی سے
کون برپا کرے، کسے فرصت بزم امید اُنکے ثانی سے
میرے اعمال کا صلہ یہ نہیں سب ملا، اُنکی مہربانی سے
اُلٹے کردار ہوئے رسوا نہیں کہتا ہوں بدگمانی سے
لاکھ باتیں لگائیں اب دل نہ بہلے گا اس کہانی سے
نور احمد میں بس گیا ہے وہ تھا جو آوارہ لامکانی سے
دل ضیا کا لگا ہو باقی سے کیوں بھٹکنے لگا وہ فانی سے

پیارے کی شوخیاں

رات کی تاریکیوں میں میں نے دیکھا کہ کوئی چیز چمک رہی تھی۔ ان تاریکیوں سے ایک نور کی شعاع نکلی اور دنیا میں پھیل گئی۔ کیا یہ میرے پیارے کی جھلک تھی۔

دن کی روشنی میں میں نے دیکھا کہ آفتاب کی کرنیں پانی کے اوپر رقص کر رہی تھیں کیا یہ بھی میرے پیارے کی شوخیاں تھیں۔

صبح کے سہانے لمحوں میں میں نے اکثر دیکھا ہے کہ ہوا کے لطیف جھونکے تازہ کلیوں کو گدگدا کر پھول بنانے والا میرے پیارے کے سوا کون ہو سکتا ہے۔ کالے کالے ابر کے ٹکڑوں نے جھوم جھوم کر بلند آواز میں کچھ کہا اور خشک ریتلی زمین پر پانی کے دریا لہرا دیئے۔ میں حیرت میں تھا کہ یہ انقلاب کیسا۔ بارش کے ایک قطرے سے میں نے پوچھا تو پتہ چلا کہ سب کچھ میرے پیارے کی شوخیاں ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۹ | ۱۶ر اپریل سنہ ۱۹۴۳ء | نمبر ۲۴

سال کا آخری پرچہ

کاکوری اخبار کا پیش نظر نمبر اس سال کا چوبیسواں یعنی آخری نمبر ہے۔ یکم مئی سنہ ۴۳ء سے اخبار کا نیا مالی سال شروع ہوتا ہے۔ اس سات سال کے عرصہ میں جو صبر آزما تکلیفیں ہکو اُٹھانا پڑی ہیں انہیں ہمارا دل جانتا ہے۔ اس کا دُہرانا عبث ہے۔ خدا خدا کرکے یہ سال پورا ہوا۔ ہم خدائے ذوالجلال کی مہربانی کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ہکو اپنی ذمہ داریوں کے احساس کی نعمت عطا فرماکر اچھا یا بُرا خدمت وطن کے فرض سے سبکدوش ہونے کا موقع دیا۔ اخبار کے متعلق ہمارے جو توقعات اہل وطن سے تھیں وہ کس حد تک پوری ہوئیں اس کے ذکر سے ہم اپنے اکثر ارباب وطن کو رنجیدہ یا شرمندہ کرنا نہیں چاہتے بلکہ ہم اپنے تمام معاونین کا خواہ وہ کسی نوع کے ہوں دلی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ہماری حقیر کوششوں کا کسی نہ کسی طرح اعتراف کیا اور قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ ہم اخبار کی سرگذشت کو بار بار لکھ کر ناظرین و معاونین کے عیش کے لمحوں کو برباد کرنا نہیں چاہتے البتہ اتنا ضرور بتا دینا چاہتے ہیں کہ اس گرانی کے ایام میں اور کاغذ کی عدم دستیابی کی دقتوں اور اخبار کے خریداروں کی تعداد میں کمی ہوتی جانے کے باوجود خدمت وطن کے جذبہ سے مجبور ہوکر اخبار کو زندہ و قائم رکھا گیا آیندہ کے لئے فیصلہ کرنے سے قبل فہرست خریداران پر نگاہ ڈالنے سے ہمت پست اور طبیعت سرد ہو جاتی ہے۔ اسوقت جسقدر خریدار درج رجسٹر ہیں اور جتنی تعداد میں اخبار چھپ رہا ہے اُسکو دیکھتے ہوئے اخبار کی اشاعت کو جاری رکھنا قرین مصلحت نہیں معلوم ہوتا۔ قریب قریب فیصدی ارادہ ہو چکا تھا کہ اخبار کو بند کر دیا جائے لیکن حال میں ہمارے ایک عزیز اور عنایت فرما کا طویل محبت نامہ ملا ہے جس نے ہم کو کئی دن تک متاثر رکھا بلکہ بعض اوقات خط کو پڑھ کر ہمارے آنسو نکل آتے رہے۔ جن درد بھرے الفاظ میں ہمارے عزیز دوست نے اہل وطن کی بے حسی کا ماتم کرتے ہوئے ہکو خدمت وطن کے لئے آمادہ و تیار رہنے کی ترغیب دی ہے اُس سے متاثر ہوکر ہمیں جذبۂ وطن پرستی مجبور کر رہا ہے کہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کریں اور پھر اُسی دلدل میں پھنسیں جس سے نکلنے کا بڑی حد تک تہیّہ کر چکے تھے۔

اگر کوئی خاص امر مانع نہوا اور کسی آفت ارضی و سماوی میں مبتلا ہونا نہ پڑا تو انشاءاللہ العزیز یکم مئی سنہ ۴۳ء کا اخبار ارباب وطن کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ ورنہ اس کو آخری پرچہ کم سے کم خاکسار کی ادارت میں سمجھیں۔

آخر میں ہم اپنے مخلص عزیز اور ہمدرد اخبار کے تازہ کرم نامہ سے کچھ حصہ ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے باوجود اُنکی سخت ممانعت کے درج کرتے ہیں:-

"دولت ہم سے چھین لی گئی۔ امارت ہماری مٹ چکی۔ ہماری بڑی بڑی حویلیاں اور مکانات زبان حال سے جہاں ہمارے اجداد کی اقبالمندیوں کی یاد دلاتے ہیں وہاں موجودہ نسل کی بے حسی اور عدم توجہی پر مرثیہ پڑھ رہی ہیں۔ ہمارے قصبہ میں علمی مذاق کچھ باقی رہ گیا ہے وہ بھی لب بام نظر آ رہا ہے جس کا ثبوت گذشتہ اشاعتوں کے اخبار ہیں جن سے آپ کے اپنے علمی مذاق اور ذوق کا پتہ تو چلتا ہے کہ اخبار کو دلچسپ بنانے میں آپ نے کہاں تک کتب بینی اور رسالوں کی ورق گردانی کرکے اخبار کو دلچسپ بنانے کی کوشش کی ہے ساتھ ہی اسطرف آپ کے اکثر مقالات بھی بیحد مفید اور پُر اثر رہے ہیں۔ خداوند تعالےٰ آپ کو آپ کی مخلصانہ اور بے لوث خدمت کا اجر عظیم عطا فرمائے اور آپ صحت و تندرستی کی نعمتوں سے مالا مال رہتے ہوئے اخبار کو زندہ و برقرار رکھ سکیں کہ یہ ہم دور اُفتادگان وطن کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ نہ معلوم ہمارے اہل وطن نے اسکو تازیانہ سمجھ کر کچھ اثر بھی لیا کہ کاکوری ایسے مردم خیز قصبہ میں بچہ بچہ

علمی ذوق کا حامل کہا جاتا تھا اب اتنا بھی نہیں کہ اس چھوٹے سے اخبار کے لئے مفید اور پُرازمعلومات مضامین لکھ سکیں اور آپ کو اخبار بھرنے کے لئے مضامین کی تلاش میں کتابوں اور رسالوں سے انتخابات کرنے کی زحمت نہو۔ اور غالباً آپ اُن مضامین کو خود ہی نقل بھی کرتے ہونگے کیونکہ میں نے اخبار سے متعلق تمام کام آپ کو اپنے ہاتھ سے کرتے دیکھا ہے۔ اخبار کی طباعت وغیرہ کے لئے لکھنؤ کا سفر اور دن دن بھر بھوکے پیاسے اخبار کی تیاری کی مصروفیت کیا کم جہاد نہیں ہے اُسپر اخباروں۔ رسالوں۔ کتابوں سے مضامین کا نقل کرنا۔ اللہ آپ کی عمر میں برکت دے اور اس کدو کاوش کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

فرمائیے سال ختم ہو رہا ہے آپکے عزائم اخبار کے متعلق کیا ہیں؟ خدانخواستہ آپ نے کہیں یہ تو فیصلہ نہیں کیا ہے کہ اخبار بند کردیا جائے۔ للہ ایسا ارادہ نہ کیجئے گا۔ ہم ایسے دور دراز مقامات پر پڑے ہوئے غریب الوطنوں کے لئے یہ ننھا سا اخبار دل سے عزیز ہے اور آپ کی ہی بے لوث اور مخلصانہ خدمت وطن کی بہت زیادہ قدر ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس وقت آپ گوناگوں افکار اور پریشانیوں میں مبتلا ہونگے۔ کاغذ کی عدم دستیابی مشکلات کا سبب ہوگی اور آپ کی صحت پر بھی خانگی افکار کے علاوہ اخبار سے متعلق فکریں بھی باعث پریشانی ہونگی۔ لیکن آپ نے تو اپنے کو خدمت وطن کے لئے وقف کردیا اور حضرت سخن کے قطعہ کا سچا اور صحیح عملی نمونہ پیش کردیا اور اس کو ثابت کرکے دکھا دیا کہ جذبۂ وطن پرستی اس کو کہتے ہیں۔ میں آپکو یہ خط لکھ رہا ہوں اور خود اپنے کو [illegible] ہمدردی اور خدمت وطن کے جذبہ سے تہی دست پاتے ہوئے پانی پانی ہوا جا رہا ہوں۔ اور اپنے ساتھ دیگر اہل وطن کی بے حسی پر ماتم کر رہا ہوں۔ کاش ہم سب مل کر آپ کی محنت اور عرق ریزی کی صحیح اور عملی ہمدردی کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں قدر شناسی کا جوہر پیدا کرے۔ آپ بھی خفا ہوں گے اگر میں یہ کہوں کہ چندہ کے علاوہ کچھ تھوڑا سا نذرانہ بھی اخبار کی امداد کے لئے ہم لوگوں سے قبول فرمائے کہ اس گرانی کاغذ وغیرہ میں آپ کو کچھ سکون ملے۔

آخر میں پھر خدا و رسول کے واسطے کے ساتھ آپ کی جذبۂ وطن پرستی سے اپیل کروں گا کہ خدا کے لئے یہ خبر نہ سنائیگا کہ آپ اخبار سے ہم کو محروم کردیں گے!!

نقوش

اخبار کے صفحات میں تخفیف ہوگی:۔ سرکاری احکامات کی تعمیل میں یکم اپریل ۱۹۴۳ء سے یا تو اخبار کے چندہ میں اضافہ کرنا چاہئے تھا یا صفحات کم کردیئے جاتے۔ چنانچہ بیشتر اخبارات و رسائل نے دونوں باتیں کی ہیں۔ ہم کو بیحد افسوس ہے کہ ہم یکم اپریل کی اشاعت سے تعمیل حکم نہ کرسکے کیونکہ پہلی اپریل کے مضامین کی ترتیب کرکے کتابت کے لئے کاتب کے حوالہ کرچکے تھے ساتھ ہی یہ بھی خیال تھا کہ یکم مئی سے اخبار کہیں بند کردیا جائیگا اس لئے دو اشاعتوں کے واسطے کسی قسم کی تبدیلی مناسب نہیں سمجھی گئی۔

نئے مالی سال یعنی یکم مئی سے اگر اخبار جاری رکھا گیا تو سرکاری حکم کی تعمیل میں یکم مئی ۱۹۴۳ء سے اخبار بجائے آٹھ صفحے کے چار صفحے پر شائع ہوگا۔ صرف مضامین میں تخفیف کی جائیگی۔ خبریں بدستور رہیں گی۔ جہاں تک اضافہ چندہ کا تعلق ہے وہ نسبتاً اخبار کا چندہ پہلے ہی زیادہ ہے۔ لہذا چندہ بدستور تین روپیہ سالانہ رہیگا۔

ہم کو امید ہے کہ ہمارے معاونین ہماری معذوری کا لحاظ کرتے ہوئے اس جبریہ تخفیف صفحات کو وقتی طور پر منظور فرمائینگے۔

غلہ کی گرانی:۔ اس امر کی شکایات برابر موصول ہو رہی ہیں کہ بازاروں میں باوجود فصل ربیع کے کٹ جانے کے کافی غلہ نہیں مل رہا ہے اور جو آتا ہے اُس کے نرخ میں کوئی بین اضافہ نہیں ہوا ہے خصوصاً گیہوں کے ملنے میں لوگوں کو بڑی زحمتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اب یہ معلوم ہوا ہے کہ لکھنؤ وغیرہ سے باہر کے لوگ آکر جو غلہ بازاروں میں آتا ہے کم نرخ پر بنیوں سے خرید کرکے لے جاتے ہیں جس کی وجہ سے نرخ بڑھنے نہیں پاتا بلکہ

اکثر باشندگان قصبہ کو غلہ ملنا دشوار ہو جاتا ہے۔ عام پریشانی قصبہ میں پھیلی ہوئی ہے۔ ہم مالکان بازار کو توجہ دلاتے ہیں کہ اسطرف خاص طور پر مزید توجہ کریں کہ بازار دسیں غلہ اولاً قصبہ والوں کو بٹے اُس کے بعد باہر کے لوگ خریداری کریں۔ ساتھ ہی افسران ضلع سے بھی باہر کے خریداروں کو یہاں سے غلہ لیجانیکے مخالفت پر سختی سے پابندی کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔

منشی عمادالحسن علوی مرحوم

آہ! کس قلم سے لکھوں کہ وطن کا بہی خواہ۔ اخلاق کا پتلا۔ شیریں گفتاری کا مجسمہ۔ صوم و صلوٰۃ کا پابند۔ بے دریغ محبت کرنیوالا بچا ہم سب کو روتا چھوڑ کر ۲۶ فروری سنہ ۴۳ء جمعہ کی شب میں جنت الفردوس کو سدھارا۔ بچپن سے اپنے والد بزرگوار منشی محسن علی علوی کے آغوش شفقت میں پلے جو بڑے پرہیزگار اور اللہ اللہ کرنیوالے بزرگ تھے۔ ایام طفلی ہی سے آپ کو نماز۔ روزہ اور تلاوت کلام پاک (قرآن شریف) کی عملی زندگی نصیب ہوئی۔ اور عقائد بہت مضبوط ہو گئے۔ ماں کی تربیت کا اثر زندگی کے دوسرے شعبوں پر ایسا پڑا کہ آپ نیکی۔ خلوص۔ ہمدردی میں یکتائے عصر ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کرکے ریڈ کرسچن اسکول سے انٹرنس پاس کرکے پہلے کیننگ کالج لکھنؤ میں پڑھا پھر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ چلے گئے وہاں ایف۔ اے تک تعلیم حاصل کر پائے تھے کہ صحت خراب ہونا شروع ہوئی۔ مجبوراً تعلیم کو ترک کرکے رجسٹرار کوآپریٹیو سوسائٹیز کے دفتر میں ملازم ہوئے۔ محض اپنی قابلیت۔ محنت اور جانفشانی سے برابر ترقی کرتے گئے۔ رجسٹرار کے دفتر سے آڈیٹر ہوئے اور پھر انسپکٹر کوآپریٹیو سوسائٹیز ہوئے اور آخر وقت تک اسی عہدہ پر تھے۔ بہت کم لوگ ایسے ملیں گے جو کامیابی کی سیڑھی کی بلندی پر پہونچنے کے لئے سیڑھی کے پہلے زینہ پر چڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ افسوس مرحوم کی زندگی نے وفا نہ کی اور صرف ۴۸ سال کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے ورنہ اُنکی محنت۔ ہر دلعزیزی۔ قابلیت اور رفتار ترقی کو دیکھ کر کہا جا سکتا تھا کہ یقیناً وہ اور زیادہ ترقی کرتے اور کامیابی کی جس سیڑھی پر پہلے زینہ سے چڑھکر وسط تک پہونچے مزید بالغور انتہائی بلندی پر پہونچکر دم لیتے۔ اُنکی ذات سے بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ ملازمت کے دوران میں مختلف جگہ تبدیل ہوتے رہے جنہیں۔ گونڈہ۔ فیض آباد۔ باندہ۔ امروہہ۔ مینپوری۔ جونپور میں اُنکے کام کی تعریف افسران محکمہ نے کی۔ اور کلکٹر ضلع نمائش کے انتظام کے سلسلہ میں تمغے اور سارٹیفکٹ دیتے رہے۔ پارسال لکھنؤ تبدیل ہو کر آئے تھے۔ اسسٹنٹ رجسٹراری کا نمبر بھی قریب تھا کہ بے وقت کی موت نے اُنکو اس دنیا ہی سے اٹھا لیا۔

سب ہی اپنے بیوی بچوں۔ اور عزیزوں سے محبت کرتے ہیں لیکن مرحوم کا انداز محبت نہ دیدہ ہے اور نہ شنیدہ۔ اُنکے دل میں درد اور محبت میں خلوص تھا۔ اللہ جانے وہ کونسی خوبی مرنیوالے میں تھی کہ جو اُنسے ایک بار ملا اُنکا گرویدہ ہو گیا۔ نہ صرف عزیزوں میں بلکہ اپنے محکمہ میں بھی بہت ہی ہر دلعزیز تھے۔ مرحوم کے سامنے جس کام بظاہر دنیاداری کے تھے لیکن وہ سب اللہ کے لئے تھے۔ قدرت نے وہ دل دیا تھا اور طبیعت عطا فرمائی تھی کہ ہر کام میں حُسن انتظام نظر آتا تھا۔ بیحد منتظم تھے ہر چیز اسقدر سلیقہ سے رکھتے کہ تعجب ہوتا تھا۔ کار متعلقہ کے سامنے اپنی زحمت و تکالیف کا احساس نہ ہوتا۔ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے اور جب تک کام کو ختم نہ کر لیتے چین نہ لیتے۔ گرمیوں کی لو اور دھوپ اور سرکاری دورے کرنا انہیں کا کام تھا۔ قریہ قریہ۔ قریہ اور دیہات دیہات گھومنا کبھی سواری پر اور اکثر و بیشتر بلکہ پیادہ پا۔ مگر کبھی بھی حرف شکایت زبان پر نہ آتا۔ وہ سمجھتے تھے کہ جو کام اُنکے سپرد ہوا ہے اُسکی تکمیل اُنپر فرض ہے۔ طبیعت میں انکسار تھا اور قناعت بہت زیادہ تھی۔ کام کی مشقت۔ محنت دوڑ دھوپ ہی کیا کم تھی اُسپر سے تندرستی بھی بہت اچھی نہ تھی۔ اس محنت اور جانفشانی نے اُنکو بیحد کمزور کر دیا اور آخر جان لیوا ثابت ہوئی۔ وہ اپنے زمانہ کی خصوصیات کے آئینہ دار تھے۔ انہیں وہ زندگی سانس لیتی نظر آتی تھی جو اُنکے ماحول کی تھی۔ وہ مایوسیوں اور ناکامیوں کے

ہجوم سے نہیں گھبراتے اُنکی فطری صلح پسند طبیعت پائی تھی۔ لڑائی جھگڑوں سے دور بھاگتے۔

میرے ساتھ جو اُنکو محبت تھی وہ میں جانتا ہوں یا میرا اللہ اُس کا بیان میرے بس کی بات نہیں۔ بعض اوقات اگر اُنہیں طبیعت کے خلاف کوئی کام مجبور ہو کر کرنا پڑتا تو کر تو دیتے تھے مگر خاموشی سے اور یہی نہیں بلکہ اس کا اثر اُنکے دل و دماغ پر کافی پڑتا اور پھر طبیعت بےچین رہتی کہ کیونکر اسکی تلافی کی جائے۔ دوسروں کی تکلیف دیکھ کر طبیعت بےچین ہو جاتی اور جس طرح ممکن ہوتا اُسکی مدد کرتے۔ دنیا کی ہر شے ناپائیدار ہے اور ہر چیز کو فنا ہونا ہے مگر بعض ہستیاں ایسی ہیں کہ اُنکے جانے کے بعد بھی اُن کی یاد ستاتی رہتی ہے اور اُنکی زندگی درس عمل ہو کر رہ جاتی ہے۔ جس پر آنیوالی نسلیں چل سکتی ہیں اور سبق لے سکتی ہیں اُنھیں لوگوں میں منشی عماد الحسن علوی بھی تھے۔ وہ اب نہیں رہے مگر اُن کا نام۔ اُن کا کام۔ اُنکی محبت اور شفقت ہمیشہ یاد آئے گی جو اُنکے نام کو زندہ رکھے گی۔ ۲۶ر دسمبر ۱۹۴۲ء کو بڑی لڑکی کی شادی کس ولولے سے کی مگر افسوس کسے معلوم تھا کہ اُس کے پورے دو ماہ بعد ۲۶ر فروری ۱۹۴۳ء کو وہ نہ رہیں گے اور اس آخری خوشی کے بعد انہیں اور کوئی خوشی دیکھنا نہ نصیب ہوگی۔ افسوس مرحوم نے عالم جوانی میں ہم سب سے منہ موڑا ورنہ کیا معلوم اُنکے دل میں کیا کیا ارمان اور کون کون سے ولولے کروٹ بدل بدل کر مچل رہے ہونگے !!۔

وہ خود ہی اپنی نظیر ہو جو کوئی — اُسکی لائیگا کب زمانہ مثال

حسن ابن ضیا علوی۔ ازالہ آباد

بدحواسی

ظفر کی بیوی بیٹھی کھانا پکا رہی تھی چونکہ ظفر صاحب کے آنیکا وقت تھا اسلئے جلدی جلدی کام کرنے کی وجہ سے بدحواس تھیں اوسان خطا ہو رہے تھے کہ دیر سے کھانا تیار ہونے میں ظفر صاحب کی خفگی کا سبب ہوگا۔ کام میں نہایت انہماک سے مشغول تھیں۔

اسی اثناء میں بچہ آ گیا۔

بچہ:۔ امی جان کھانا جلدی دیجئے بڑی بھوک لگی ہے۔

ماں:۔ دیتی ہوں یہ کہہ کر ہنڈیا سے منہ موڑ لیا اور بچہ کیلئے کھانا نکالنے لگیں۔ پھر جو مڑ کر دیکھتی ہے تو سب مسالہ وغیرہ جل گیا۔ اب اس گھبراہٹ میں جو پانی بھرنا شروع کیا تو ہانڈی لبریز ہو کر چھلک گئی۔ رہے سہے ہوش جاتے رہے پیچھے دودھ رکھا تھا وہ چولھے کی نذر ہو گیا۔ فرحت لڑکی جو دوڑی ہوئی آئی مبلغ چار روپیہ کا گھی جو انگاروں پر پگھلنے کو رکھا ہوا تھا پیر لگنے سے گھی کا برتن پلٹ گیا۔

ظفر کی بیوی:۔ ہائے۔ ہائے۔ چار۔ چار کہتے ہوئے چلانے لگیں۔ اور برتن کو سیدھا کرنے لگیں تو وہ لکڑی جو آگ بجھانے کی غرض سے نکالی گئی تھی اُس سے ڈوپٹہ میں لپک لگ گئی۔ جس کے بجھانے میں ہاتھ کو بھی چرکا لگا۔ میاں ظفر نے گھر میں قدم رکھا۔ بھوک کی وجہ سے منہ پر بارہ بج رہے تھے۔ گردن میں کارتوسوں کی پیٹی اور کندھے پر بندوق سر پر آدھہ سیر گرد منہ پر بہت سی خاک شکار نہ ملنے کی وجہ سے ناکامی کے نمایاں اثرات چہرہ سے ظاہر ہو رہے تھے۔

بیوی کو آواز دیکر کہا کہ کھانا جلدی لاؤ بھوک زور سے لگ رہی ہے۔

بیوی باورچیخانہ سے بولیں کہ پندرہ منٹ ٹھر جائیے۔

ظفر:۔ (جھلا کر) تمام دن میں مر کر آیا ہوں۔ اور اب بھی کہتی ہو پندرہ منٹ ٹھریئے۔

بیوی:۔ مر کر روز آتے ہو کبھی مار کر نہیں لاتے (ظفر پانی پانی ہوگیا)

بیوی نے کہا۔ اچھا چلئے کھانا بھی آ رہا ہے۔ اور فرحت کو کھانا لے جانے کے لئے پکارا۔

فرحت نے کھانا تخت پر دسترخوان بچھا کر چن دیا اور ظفر کو آواز دی۔ ابا کھانا آ گیا ہے۔ فرحت کے آواز دینے پر بیوی نے پوچھا کیوں چلا رہی ہو تمہارے ابا جان کہاں ہیں۔

فرحت:۔ نہ معلوم کہاں ہیں ابھی یہیں کھڑے تھے۔ کرسی پر بندوق رکھی ہے۔ بیوی۔ (گھبرا کے) بندوق۔

فرحت:۔ ہاں بندوق (کمرہ میں جاکر دیکھا تو ظفر اپنے کمرہ میں مغرب کی جانب کونے سے لگے کھڑے ہیں)

فرحت:۔ (حیرت سے) ابا جان آپ یہاں کیا کر رہے ہیں میں آپ کو سب جگہ تلاش کر آئی۔

ظفر:۔ (شرمندگی سے مسکراتے ہوئے) لاحول ولاقوۃ ارے بجائے بندوق کے خود آکر یہاں کھڑا ہو گیا۔

بیوی:۔ تو کیا بندوق کو اپنا قائم مقام بنا کر کھڑے ہیں کیا آج کا دن سب کے لئے بدحواسی کا ہے۔

ظفر:۔ کیا کچھ اور ہوا ہے۔ (فرحت نے تمام قصہ بیان کیا) ظفر۔ واہ بیوی واہ خوب کیا۔

ظفر کی ماں:۔ (کمرہ میں داخل ہو کر) ظفر تم باز نہیں کیسے بدحواس ہو جاتے ہو۔ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔

ظفر:۔ (گھبرا کر) اوہو بھوک بڑی شدید لگ رہی ہے۔

سب لوگ کمرہ سے تخت پر جہاں کھانا رکھا تھا گئے تو دیکھا کہ سب کی غیر حاضری میں مسٹر رستم (کتا) کھانے سے فراغت کر چکے تھے۔

کام کو اطمینان اور دلجمی سے اور وقت پر نہ کرنے سے اکثر ایسے ہی واقعات پیش آتے ہیں اور نقصان کا سبب بنتے ہیں اسی لئے ضبط اوقات کو اچھا کہا گیا ہے۔

محمد عسکری (ولی نگر)

فہرست طلباء قصبہ کاکوری، جو سنہ ۱۹۴۳ء کے امتحانات میں شریک ہوئے ہیں

(۱) سید اختر حسین بستی رام گڑھ۔ ایم اے (فائنل) آگرہ یونیورسٹی۔
(۲) محمد کرم علی عباسی۔ قلعہ۔ بی اے (〃) عثمانیہ یونیورسٹی۔
(۳) حسن ابن ضیا علوی۔ تارٹولہ۔ 〃 〃 (〃) الٰہ آباد یونیورسٹی۔
(۴) کمال الدین علوی۔ 〃 〃 〃 (〃) لکھنؤ یونیورسٹی۔
(۵) وقار احمد صدیقی۔ چودھری محلہ۔ 〃 〃 (〃) 〃 〃 〃
(۶) حسن کمال عباسی۔ قاضی گڑھی۔ بی۔ اے (فائنل) لکھنؤ یونیورسٹی۔
(۷) سید اشفاق رسول۔ کوٹھی ٹولہ۔ 〃 〃 (〃) 〃 〃 〃
(۸) علاء الدین کرمانی۔ تارٹولہ۔ 〃 〃 (〃) 〃 〃 〃
(۹) شمس الدین علوی۔ مولوی محلہ۔ بی۔ ایس سی (〃) 〃 〃 بیالوجی۔
(۱۰) مہر النساء علوی (بنت مولوی کلیم الدین) مولوی محلہ۔ بی اے (〃) پرائیویٹ مسلم یونیورسٹی۔
(۱۱) سرور الدین علوی۔ مولوی محلہ۔ بی اے۔ (سال اول) لکھنؤ یونیورسٹی۔
(۱۲) غلام مرتضیٰ عثمانی۔ ولی نگر۔ 〃 〃 (〃) 〃 〃 〃
(۱۳) افضال احمد علوی۔ باڑی۔ 〃 〃 (آنرس) 〃 〃 〃
(۱۴) بشیر احمد صدیقی۔ چودھری محلہ۔ 〃 〃 (〃) 〃 〃 〃
(۱۵) عبد القدیر۔ قاضی گڑھی۔ 〃 〃 (〃) 〃 〃 〃
(۱۶) سید اظہر الدین احمد۔ 〃 〃 (〃) مسلم یونیورسٹی۔
(۱۷) عطیہ خاتون (بنت خان صاحب حسام الدین) کمش ٹولہ۔ بی اے (سال اول) لکھنؤ یونیورسٹی۔
(۱۸) سید اخلاق رسول۔ کوٹھی ٹولہ۔ ایف اے (فائنل) ریڈ کرسچین انٹر کالج لکھنؤ۔
(۱۹) محتشم الدین علوی (مولوی کمال الدین) 〃 〃 〃 (〃) پرائیویٹ (مدرس)
(۲۰) مس سعیدہ بانو عباسی (بنت شیخ انیس احمد عباسی) احاطہ غلام جیلانی۔ ایف اے۔ (فائنل) مسلم گرلز انٹر کالج۔ لکھنؤ۔
(۲۱) عطیہ فاطمہ (بنت مولوی کلیم الدین خاں) مولوی محلہ۔ ایف اے (فائنل) پرائیویٹ۔ مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ۔
(۲۲) محمد جلیل خاں یوسفی۔ احاطہ کرامت اللہ خاں۔ ایف اے (سال اول) گورنمنٹ انٹر کالج الہ آباد۔
(۲۳) عشرت علی علوی۔ تارٹولہ۔ ایف اے۔ (سال اول) ریڈ کرسچین انٹر کالج۔ لکھنؤ۔
(۲۴) قاضی احمد الرحمٰن علوی۔ امام باغ۔ 〃 〃 (〃) 〃 〃 〃
(۲۵) چودھری ناظم علی صدیقی۔ چودھری محلہ۔ 〃 〃 (〃) 〃 〃 〃
(۲۶) قدسیہ بیگم (بنت منشی اعجاز حسین مرحوم) پنجہ ٹولہ۔ ایف اے (سال اول) عثمانیہ یونیورسٹی۔ حیدر آباد (دکن)
(۲۷) مس حسن آرا آرزو عباسی۔ قاضی گڑھی۔ ایف اے (سال اول) مسلم گرلز کالج مسلم یونیورسٹی۔
(۲۸) اشتیاق علی علوی۔ تارٹولہ۔ میٹرک۔ (فائنل) مسلم یونیورسٹی۔
(۲۹) سید صلاح الدین کرمانی چاول ٹولہ۔ 〃 (〃) امیر الدولہ اسلامیہ انٹر کالج۔ لکھنؤ۔
(۳۰) اعتماد الحسن علوی۔ تارٹولہ۔ 〃 〃 (〃) 〃
(۳۱) جلیل احمد عباسی قاضی گڑھی۔ میٹرک۔ (سال اول)۔ ہائی اسکول، جاورہ۔

(۳۲) حنیف الدین صدیقی (چودھری محلہ) میٹرک (فائنل) ڈی اوادی کالج اورئی
(۳۳) رشید الدین صدیقی (چودھری محلہ) میٹرک (فائنل) ریڈ کرسچین انٹر کالج لکھنؤ

وطن کی خبریں

نوٹ:۔ اعزہ احباب اور جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گزارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں روانہ کرکے مشکور کرتے رہیں۔ (اڈیٹر)

موسم:۔ دنکو کافی گرمی پڑنے لگی تھی اور دھوپ میں حدت بڑھ رہی تھی کہ دفعتاً گزشتہ ہفتہ میں دو روز تک آسمان پر غلیظ ابر چھایا رہا تیسرے دن کچھ بارش بھی ہوئی جسکے ساتھ بجلی کی کڑک چمک بھی تھی جس سے قریب کے کسی مقام پر ژالہ باری کا پتہ چلتا ہے کیونکہ یہاں بھی ایک خفیف باڑہ اور لو نکی گری تھی۔ فضا میں غلیظ ابر محیط ہونے سے رُت بدل گئی تھی۔ بارش کے بعد سے تو ابھی خاصی خنکی دنکو ہونے لگی اور رات کو کئی دن خاصی سردی ہو گئی۔ ہوا میں ابھی خاصی رطوبت ہے۔ دالانوں اور برآمدوں سے شب کو کمروں میں سونا پڑا یا لحاف وگدے نکالنے کی ضرورت ہوئی۔ دوبارہ بارش تو نہیں ہوئی لیکن کسی کسی وقت آسمان پر ابر چھا جاتا ہے۔

غلہ کھیتوں سے کاٹا جا چکا ہے اب کھلیان نہیں اُسایا جا رہا تھا کہ بارش نے بھگو دیا کئی دن خشک ہونے میں لگیں گے۔ ابھی تک کافی غلہ کی آمد بازاروں میں نہیں ہو رہی ہے۔ بعض دن بازار میں بالکل گیہوں لوگوں کو نہیں ملتا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ کاشتکار فی الحال غلہ بازار میں بہت کم لا رہے ہیں۔

آب وہوا:۔ مچھروں کی کثرت ہے۔ عوام زیادہ تر ملیریا بخار میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ اور موسم کے تغیر سے نزلہ وزکام کی بھی شکایات سنی جاتی ہیں۔

فاتحہ سہ منی:۔ ۱۱ اپریل ۱۹۴۳ء بروز یکشنبہ بمقام قاضی گڑھی زیر انتظام قاضی راشد علیخاں عباسی سید مفیض الدین احمد کی مانی ہوئی سہ منی کا فاتحہ جناب حافظ شاہ علی حیدر قلندر کے زیر نگرانی ہوا تھا۔

وطن میں آمد:۔ (۱) مولوی خلیل احمد عباسی بحصول رخصت ڈیڑھ ماہ ریاست اودے پور سے گزشتہ عشرہ میں آئے ہیں اور اپنی والدہ محترمہ کے علاج میں مصروف ہیں۔

(۲) اہلیہ منشی محب الرحمٰن علوی پہلی بار کاکوری میں آئی تھیں تقریباً تین ہفتہ یہاں قیام رہا خیرآباد اپنے میکے واپس جانے والی ہیں۔

اعراس:۔ حضرت شاہ محمد کاظم قلندرؒ و حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ کے اعراس ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ (۲۶ اپریل ۱۹۴۳ء) دوشنبہ کے دن سے شروع ہونگے۔ کاظم میاںؒ کا قل ۲۱ ربیع الثانی (۲۷ اپریل) سہ شنبہ کے دن بعد نماز عصر اور تراب شاہ ولیؒ کا قل ۲۲ ربیع الثانی (۲۸ اپریل) چہارشنبہ کو بعد نماز ظہر ہوگا۔ ان تینوں دنوں میں پہلے روز دو محفلیں بعد نماز عصر و بعد نماز عشا اور تین محفلیں دوسرے دن صبح نو بجے۔ بعد نماز عصر۔ بعد نماز عشا اور تیسرے دن دو محفلیں۔ صبح و بعد نماز ظہر ہونگی۔ دور دور سے مشہور و معروف قوالوں کی چوکیاں آکر شرکت کرتی ہیں اور اپنے گانوں سے اہل محفل کو محظوظ و متاثر کرتے ہیں۔ دونوں راتوں کو مزارات پر روشنی بھی ہوتی ہے۔

مشاعرہ:۔ سید خورشید علی بقاؔ سکریٹری بزم ادب کاکوری اطلاع دیتے ہیں کہ مثل سالگزشتہ اس بار بھی بزم ادب کے زیر انتظام ۲۷ و ۲۸ اپریل کی درمیانی شب میں غیر طرحی بزم مشاعرہ فوراً بعد نماز مغرب عرس کے مقام پر..............................

..........انعقاد پذیر ہوگا۔ مقامی و وطنی شعراے عموماً اور بیرونجات کے اُن شعراے جو شرکت عرس کے لئے تشریف لائیں خصوصیت سے التماس ہے کہ شریک بزم ہوکر مشاعرہ کو کامیاب فرمائیں۔

وضاحت:۔ گزشتہ اشاعت میں منشی حسن دہاج (چلول نلہ) کے متعلق جو مختصر خبر کانپور سے تبادلہ کے سلسلہ میں درج ہوئی تھی اُسکے متعلق تفصیل دریافت ہوئی ہے کہ منشی حسن دہاج کانپور زرعی کالج سے جھانسی کے زرعی فارم پر نہیں بلکہ ڈپٹی ڈائرکٹر، کیٹل بریڈنگ یو۔پی کے ٹکنیکل اسسٹنٹ مقرر ہوئے ہیں۔ ہیڈ کوارٹر جھانسی ہوگا۔ اور تمام صوبہ یو۔پی کے متعلقہ فارموں کا معائنہ کریں گے۔ فی الحال یہ جگہ غیر مستقل ہے لیکن خدا سے اُمید ہے کہ عزیز مذکور اپنی کارکردگی اور فرائض کے انجام دہی و تجربہ سے گورنمنٹ کو یہ بتا دینگے کہ اس جگہ کی کہاں تک اُسکو ضرورت ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ جلد اُنکے مستقل ہونے کی خبر سُننے میں آئیگی۔

صحت وسکون:۔ لکھنؤ کی ایک اطلاع سے معلوم ہوا کہ اہلیہ مولوی اجتباع علی عباسی (قاضی گڑھی) دوران رضاعت میں گزشتہ

عشرہ میں سخت علیل ہو گئیں تھیں اور اُنکے سینہ پر پھوڑا ہو گیا تھا۔ بلرامپور اسپتال کے زنانہ وارڈ میں زیر علاج رہیں۔ اب بفضلہ اچھی ہیں اور زخم مندمل ہو چکا ہے۔ عنقریب کاکوری آنیوالی ہیں۔

علالتیں:۔ (۱) جناب منشی احتشام علی صاحب کے متعلق اطلاع ملی ہے کہ ہچکیاں ابھی آتی ہیں البتہ وہ شدائد نہیں ہیں کمزوری و نقاہت بہت بڑھ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور منشی صاحب موصوف کو جلد صحت کلی عطا فرمائے۔

(۲) والدہ منشی عبدالرحمان علوی (احاطہ حضرت صاحب) کو سُنا ہے منھ میں تکلیف بہت بڑھ گئی ہے۔ حکیم مرزا شکور بیگ کا علاج شروع کیا گیا تھا جس سے ابھی تک نفع ہونا نہیں بیان کیا جاتا ہے خداوند کریم مریضہ کو صحیح و تندرست فرمائے۔

(۳) منشی محمد جواد علوی (محلہ قصبہ) ابھی تک لکھنؤ میں ہیں اور بجلی کا علاج ہو رہا ہے۔ رفتار صحت سست بیان کی جاتی ہے۔ اللہ جل شانہ صحت عاجلہ و کاملہ عطا فرمائے۔

متفرقات:۔ (۱) مسمی بہ میسری دین ساکن موضع گھبون۔ (من مضافات کاکوری) کے گزشتہ عشرہ سے دفعتاً گمشدگی کی اطلاع ملی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مسمی مذکور کئی سال کی دوا دوش کے بعد ایک مقدمہ زمینداری میں کامیابی حاصل کی تھی اجرائے ڈگری کی درخواست دیکر لکھنؤ سے اپنے گانوں واپس آرہا تھا راستہ سے لاپتہ ہو گیا۔ پولیس سرگرمی سے تلاش میں مصروف ہے لیکن جہانتک سنا گیا ہے ابھی تک کوئی سراغ نہیں لگا ہے۔

(۲) سنا گیا ہے کہ کاکوری کو بھی گورنمنٹ نے مارکٹنگ سنٹر قرار دیکر۔ کانشہون محلہ میں ایک مکان بکرایہ لیا ہے جہاں غلہ کا اسٹاک جمع کیا جائے گا اور یہاں سے غالباً قصبہ کی ضروریات کے علاوہ لکھنؤ بھیجا جائے گا۔ جہاں عنقریب راشننگ اسکیم نافذ ہونے کی اطلاعیں آرہی ہیں۔

انتقاد (ریویو)

دیہات کے مستقبل کے عنوان سے ہمنے ایک مضمون پڑھا تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ ہمارے ملک میں ۷ ۱/۲ لاکھ گاؤں جنمیں تقریباً ساڑھے تین کروڑ خاندان بستے ہیں۔ اصل ہندوستان یہ دیہات ہی ہیں۔ ہماری قومی و اقتصادی زندگی انھیں دیہاتوں سے وابستہ ہے۔ ہندوستان کی اصلی دولت یہی دیہات ہیں۔ انکا معیار زندگی بڑھانے ہی سے ہمارا ملک خوش حال اور دولتمند ہو سکتا ہے اور دیہات کے قدرتی وسائل و ذرائع کو پوری ترقی دینے سے اور دیہات کی ضروریات پر پوری توجہ کرنے سے ہمارا ملک بھی دوسرے ممالک کیطرح نیا جنم لے سکتا ہے۔ ہم کو گورنمنٹ کا مشکور ہونا چاہئے کہ اُس نے کچھ عرصہ سے دیہات سدہار اور زراعتی اصلاحات کی جانب توجہ کی ہے اور کچھ عملی کام بھی ملک کے بیشتر مواضعات میں ۵۔۶ سال سے شروع ہوا ہے۔ اسمیں کس حد تک کامیابی یا ناکامی ہوئی اسکے متعلق ہمارے وطن کے لائق اور ماہر زراعت وغیرہ خانبہادر مولوی نظام الدین حیدر سابق ڈائرکٹر محکمہ زراعت ریاست سرکار نظام نے چند مواضعات میں "دیہات سدہار" کے متعلق اپنے عملی تجربات کو چھوٹے چھوٹے قصوں کی شکل میں اور مکالمہ کی صورت میں اس خوبی سے بیان کیا ہے جس سے نہ صرف عوام کو فائدہ پہونچیگا بلکہ گورنمنٹ کے ناتجربہ کار اہلکار جس بیدردی سے محض نمائش کے لئے روپیہ برباد کر رہے ہیں وہ بھی اس کتاب کو پڑھ کر کافی ہدایات حاصل کر سکتے ہیں۔

خانبہادر صاحب نے بعض مصلحتوں سے کتاب کو انگریزی میں لکھا ہے لیکن زبان اسقدر سہل ہے کہ مبتدی بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ اور کتاب نہایت دلچسپ پُر از معلومات ہے۔ وہ لوگ جو اپنے زمینداری کے مواضعات میں بطور خود اصلاحات کرنا اور ترقی دینا چاہتے ہیں اُنکے لئے یہ کتاب گائڈ و رہنما کا کام دیگی۔

کاغذ دبیز لگایا گیا ہے اور ٹائپ واضح استعمال ہوا ہے تقطیع $\frac{20\times30}{16}$ ضخامت ۸۰ صفحات۔ باوجود جملہ خوبیوں کے اور اس گرانی و کاغذ کی نایابی کے قیمت صرف بارہ آنہ رکھی گئی ہے۔ کتاب مصنف کے پتہ (کاکوری ضلع لکھنؤ) پر مل سکتی ہے۔

سید توسل حسین نے یونائٹڈ انڈیا برقی پریس، لکھنؤ میں چھاپا اور سید محمد مشیر الدین نے مولوی محلہ (لال مل) کاکوری سے شائع کیا۔